مدیر کے نام

ڈاکٹر سید صلاح الدین ہاشمی ' نیویارک

پروفیسر آسی ضیائی کا مضمون "سید مودودی: اردو ادب کے سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی" (ستمبر ۲۰۰۰ء) ایک اچھا مضمون ہے لیکن اس کا آخری جملہ قابل توجہ ہے: "یہ کام سید موصوف نے کر دکھایا اور اب اس نمونے پر لکھنے والے آہستہ آہستہ تعداد اور کیفیت دونوں میں بڑھتے جا رہے ہیں اور اب بظاہر کسی نئے انقلابی ادیب کے آنے کے آثار ہیں نہ گنجایش" (ص ۳۴)۔ حقیقت یہ ہے کہ صرف نبوت کا سلسلہ بند ہوا ہے' اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا لیکن ادیب' مفکر' لیڈر' شاعر اور مفسر ہر زمانے میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ اس کی ضرورت بھی رہے گی اور گنجایش بھی ہے۔

سید عرفان گیلانی ' کوپن ہیگن' ڈنمارک

"سید مودودی: اردو ادب کے سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی" (ستمبر ۲۰۰۰ء) معلومات افزا اور دل چسپ تحریر ہے مگر فاضل محرر کا دانستہ تحقیق کے اصولوں سے "انحراف' اور "اعتراف جرم" (ص ۲۳-۲۴) مضمون کے متعلق علمی تحفظات قائم کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس پر مستزاد اردو ادب کے ارتقا میں ابوالکلام آزادؒ کے تذکرے سے بے اعتنائی' مضمون کی معروضیت پر ایک سوالیہ نشان ہے۔ ابوالکلامؒ کا اسلوب نگارش' بعض دوسرے ادبا کے برخلاف' یقیناً ان کے ساتھ مخصوص رہا۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ الہلال نے اردو ادب (بالخصوص اسلامی ادب) کو نئے محاورات اور تراکیب سے مالا مال کیا' اور مروجہ الفاظ کو نئے معنی دیے۔ اقامت دین' حکومت الٰہیہ' خلافت' حزب اللہ ایسی ہی چند اصطلاحات ہیں۔ خود سید مودودیؒ نے مولانا آزادؒ کی اس دینی اور ادبی حیثیت کو قبول کیا ہے (دیکھیے: تذکرہ سید مودودی' ج ۱' ص ۴۴۲)۔

ڈاکٹر محمد اسحاق منصوری ' کراچی یونی ورسٹی

"اردو ادب کے سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی" (ستمبر ۲۰۰۰ء) عمدہ اور منفرد تحریر ہے۔ اگر ہر ادیب کی تحریر سے چند مثالیں یا کم از کم مکمل حوالے بھی دیے جاتے تو افادیت مزید بڑھ جاتی۔ صاحب مقالہ اپنی اس پیش گوئی پر کہ "اب بظاہر کسی نئے انقلابی ادیب کے آنے کے آثار ہیں نہ گنجایش" (ص ۳۴) نظرثانی فرمائیں۔ اس لیے کہ سید مودودی مرحوم نے تو ہمیں اکابر پرستی کے خلاف جہاد کا درس دیا ہے اور آنے والا دور کسی انقلابی ادیب کی گنجایش بھی رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کا بھی ذکر ہونا چاہیے تھا۔ اگرچہ اردو میں ان کی اپنی کوئی تحریر نہیں' تاہم اردو ادب پر ان کے جو اثرات پڑے ہیں' وہ محتاج بیان نہیں۔ پروفیسر آسی ضیائی کا ادب میں مجتہدانہ انداز فکر قابل تعریف ہے۔

امجد عباسی ' لاہور

"میڈیا کا شرف بہ اسلام ہونا" (اگست ۲۰۰۰ء) میں اسلام کے تصور تفریح کے تحت ڈرامے پیش کرنے کی بات کی گئی ہے۔ یہ جدید دور کے حوالے سے خواہ مخواہ گنجایش نکالنے کا انداز لگا۔ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اس میں جس چیز کی

گنجایش ہو وہ لے لینی چاہیے اور جس کی نہ ہو وہ نہیں لینی چاہیے۔ اداکاری کے جواز کے نتیجے میں فرد کے تشخص کا مسئلہ' محرم اور نامحرم کا مسئلہ' خواتین کی شرکت اور بے پردگی کا مسئلہ اور دیگر اسلامی معاشرتی مسائل سر اٹھاتے ہیں۔ آخر کہاں تک گنجایش نکالتے جائیں گے۔

عرفان احمد' منچن آباد

"بنگلہ دیش میں دینی مدارس: نئے رجحانات" (ستمبر ۲۰۰۰ء) بہت اچھا' اہم اور معلوماتی مضمون ہے۔ اس میں ہمارے دینی مکاتب فکر اور مدارس کے علما کے لیے بہت سی رہنما باتیں ہیں۔ کاش! پاکستان میں ایسا ہو جائے۔ ہمارے ہاں ایک بہت قدیم مدرسہ ہے جہاں ایک بڑے عالم گذشتہ دنوں آئے اور طلبا سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اگر دینی مدارس میں کمپیوٹر آیا تو دین کی تعلیم ختم ہو جائے گی!

عبدالکریم عابد صاحب کا مضمون: "جمہوریت اور امریکی حکمت عملی" (ستمبر ۲۰۰۰ء) بے حد مفید اور معلوماتی تھا۔ ضرورت ہے کہ مغربی جمہوری تصورات کے تحت منعقدہ انتخابات میں اسلامی تحریکوں کی شرکت اور اثرات کا غیر جانب دارانہ جائزہ لیا جائے۔ برادر تنظیموں اور ہماری یونینز کے کام پر اثرات کا جائزہ بھی لیا جائے۔

عدی محمد' لاہور

ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی نے "چند اخوانی ادیب" (اگست ۲۰۰۰ء) یہ تاثر دور کر دیا ہے کہ اخوان محض جذباتی تحریک ہے' جب کہ برعظیم پاک و ہند کی تحریک لٹریچر کا سرمایہ رکھتی ہے۔ اخوانی لٹریچر کے پھر بھی کچھ تراجم ہوئے ہیں' لیکن غالباً اردو تحریکی لٹریچر کے عربی تراجم کی روایت آغاز کے بعد ہی ختم ہو گئی۔ کیا کبھی تفہیم القرآن کے عربی ترجمے کا منصوبہ بھی بنایا گیا؟

عبدالمتین منیری' دبئی

ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی نے اپنے مضمون "چند اخوانی ادیب" (اگست ۲۰۰۰ء) میں بہت سے امور کو گڈمڈ کر دیا ہے۔ ڈاکٹر سعید رمضان کے تذکرے میں تو خلط ملط کی حد کر دی ہے۔ حسن البنا شہید کے داماد اور المسلمون کے مرحوم مدیر کے نام کے آگے البوطی کا اضافہ نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر سعید رمضان کا تعلق مصر سے تھا لیکن ڈاکٹر سعید رمضان البوطی تو شام کے ہیں اور ابھی زندہ ہیں اور بعثی حکومت کے سب سے قریب شمار ہوتے ہیں۔ حافظ الاسد کی نماز جنازہ انھوں نے پڑھائی اور حافظ الاسد کے فراق میں ہچکی لیتے ہوئے ٹیلی ویژن پر کروڑوں افراد نے آپ کو دیکھا تھا۔ فقہ السیرۃ النبویۃ جس کا تذکرہ مقالہ نگار نے کیا ہے' موصوف ہی کی تصنیف ہے۔

"کتاب نما" میں تاریخ علوم اسلامیہ پر تبصرے کے ضمن میں عرض ہے کہ جرمن مستشرق کارل بروکلمان کی جرمن زبان میں لکھی کتاب ۱۹۳۶ء تک کے عربی زبان کے مصنفین اور تصانیف و مخطوطات کے جائے وقوع پر مشتمل ہے۔ مخطوطات کا کوئی محقق اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ ایسی جامع کتاب اب تک میری نظر سے نہیں گزری۔ بروکلمان نے برلن کے کتب خانہ میں بیٹھ کر مطبوعہ مواد کو سامنے رکھ کر یہ کتاب ترتیب دی تھی لہٰذا انھوں نے سامنے موجود مواد کی غلطیوں کو من و عن نقل کر دیا' اور جب فواد سزکین نے اس کی تصحیح کرنی چاہی تو کام کی وسعت کو دیکھ کر گھبرا اٹھے' اور اپنی معرکہ آرا کتاب کو ۴۳۰ھ تک محدود کر دیا۔ اسی کتاب پر موصوف کو مولانا مودودیؒ کے ساتھ پہلا لٹریری فیصل ایوارڈ ملا تھا۔ ۱۹۸۰ء میں ایک ملاقات میں استفسار پر آپ نے بتایا تھا کہ وہ ۳۵ سال سے اس کتاب پر ۱۷ گھنٹے مسلسل

صرف کرتے ہیں اور روزانہ صرف ۱۰ منٹ کے لیے کھانے کے دوران اپنے بال بچوں کے درمیان رہتے ہیں۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود سزگین اور بروکلمان کی کتاب عربی زبان تک میں مکمل ترجمہ ہو کر نہ آسکیں۔ سزگین، بروکلمان اور الورڈ نے عربی زبان کے مخطوطات پر جرمنی زبان میں جس جاں فشانی سے کام کیا ہے، عربی زبان سمیت کسی زبان میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

کیپٹن ڈاکٹر ریاض احمد خلیل ، گوجرہ

عرصہ دراز کے بعد ترجمان القرآن کو پڑھ کر حیرت افزا خوشی ہوئی۔ "چند اخوانی ادیب" (اگست ۲۰۰۰ء) میں اخوان المسلمین سے وابستہ ادیبوں کا جس طرح سے تذکرہ کیا گیا ہے، بہت پسند آیا۔ آخر میں ان کی کتابوں کا تعارف، قابل ستائش ہے۔ مضمون مزید افادیت کا حامل ہوتا اگر یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ یہ کتابیں کہاں سے دستیاب ہیں۔

ہری چند ، چارسدہ

اشارات: "مسلم معاشرہ، خاندانی منصوبہ بندی اور معاشی ترقی" (اگست ۲۰۰۰ء) میں مغربی مفکرین کی آرا کے ساتھ ساتھ مشرقی مفکرین کی آرا کا بھی تذکرہ ہو جاتا تو متوازی بات سامنے آجاتی، نیز پاکستان پر اس کے اثرات کا بھی جائزہ لینے کی ضرورت تھی۔

محمد عبدالحق انصاری ، علی گڑھ، بھارت

پروفیسر خورشید احمد صاحب کے ادارے بڑے مقبول ہیں، بڑی محنت سے لکھے جاتے ہیں اور بہت خوب ہوتے ہیں۔ وقت کے مسائل اور پاکستان کے حالات میں اٹھنے والے ایشوز پر ہوتے ہیں۔ البتہ یہ احساس ہوتا ہے کہ ان میں تبصرہ اور تنقید کا پہلو تو نمایاں ہوتا ہے لیکن جماعت اسلامی پاکستان کے پاس ان ایشوز پر مثبت طور پر کیا لائحہ عمل ہے، وہ ابھر کر سامنے نہیں آتا۔

حامد رضا وٹو ، لاہور

حال ہی میں، میں نے ترجمان القرآن کا مطالعہ شروع کیا ہے اور اس کے معیاری مضامین اور پراستدلال انداز مجھے بہت بھایا۔ میں اب اس کا باقاعدہ قاری ہوں اور گذشتہ برسوں کی فائلیں بھی میں نے حاصل کی ہیں۔ "خاندانی منصوبہ بندی اور معاشی ترقی" (اگست ۲۰۰۰ء) نے مجھ سمیت ان تمام لوگوں کی، جو خاندانی منصوبہ بندی کو تمام معاشی اور معاشرتی مسائل کا امرت دھارا سمجھتے ہیں، ایک عظیم خدمت سرانجام دی ہے۔

امداد علی قادری ، لاڑکانہ

ترجمان القرآن کے شمارے میں "حکمت مودودی" (ستمبر ۲۰۰۰ء) کے تحت مولانا محترم کی اجتماع ارکان ۱۹۴۷ء کی تقریر شائع کر کے آپ نے ہم پر احسان عظیم کیا ہے۔ میں ۴۷ء کے اس اجتماع ارکان میں موجود تھا۔ یوں محسوس ہوا جیسے ایک بھولا ہوا سبق تھا جو کہ دھندلا سا گیا تھا تازہ ہو گیا۔ ہم اندھیرے میں سفر کر رہے تھے کہ یکایک روشنی میں آگئے۔ میں نے اس تقریر کو پڑھ کر اپنے عہد کی تجدید نو کی اور دوبارہ کلمہ پڑھ کر مسلمان بنا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ باقی زندگی بھی وہ مجھے اپنی امان میں رکھے اور شیطانی وساوس سے محفوظ رکھے۔